سپریم کورٹ آف آزاد کشمیر جموں و کشمیر

(Appellate Jurisdiction)

روبرو : چوہدری محمد ابراہیم ضیا، جج

راجہ سعید اکرم خان، جج

1۔سول عرضی استجازت اپیل نمبر 23/2016

(متدائرہ:16.01.2016)

احمد نواز تنولی، ایڈووکیٹ عدالت العالیہ (نائب صدر سنٹرل بار ایسوسی ایشن) مظفر آباد

(سائل)

بنام

1۔ چیئرمین آزاد جموں و کشمیر کونسل (وزیر اعظم پاکستان) بذریعہ سیکرٹری آزاد جموں و کشمیر کونسل، کونسل سیکرٹریٹ، اسلام آباد۔

2۔ آزاد جموں و کشمیر کونسل بذریعہ سیکرٹری، کشمیر کونسل سیکرٹریٹ، اسلام آباد۔

3۔ سیکرٹری آزاد جموں و کشمیر کونسل سیکرٹریٹ-II، اسلام آباد۔

4۔ صدر آزاد جموں و کشمیر بذریعہ سیکرٹری صدر، آزاد جموں و کشمیر صدارتی سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔

5۔ آزاد حکومت ریاست جموں و کشمیر بذریعہ چیف سیکرٹری، نیو سیکرٹریٹ کمپلیکس، لوئر چھتر، مظفر آباد۔

6۔ محکمہ قانون، انصاف، پارلیمانی امور و انسانی حقوق بذریعہ سیکرٹری قانون، آزاد جموں و کشمیر، مظفر آباد۔

7۔ معزز جسٹس ایم تبسم آفتاب علوی، جج عدالت العالیہ آزاد جموں و کشمیر، بینک روڈ، مظفر آباد۔

8۔ جناب منیر احمد چوہدری، ریٹائرڈ جج عدالت لعالیہ، معرفت ڈپٹی رجسٹرار عدالت العالیہ، میر پور سرکٹ، میر پور۔

(مسئولان)

9۔ سردار محمد خورشید خان، ایڈووکیٹ عدالت العالیہ، ممبر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولاکورٹ، پونچھ۔

10۔ سردار افتخار احمد، ایڈووکیٹ عدالت العالیہ، سابق صدر ڈسٹرکٹ بار راولاکوٹ، پونچھ۔

(ترتیبی مسئولان)

(اپیل بخلاف فیصلہ عدالت العالیہ مصدرہ 17.11.2015 بر عرضی زیر نمبری 2136/2015)

منجانب سائل: اصالتاً

منجانب مسئولان 1و3: خواجہ محمد نسیم، ایڈووکیٹ

منجانب مسئولان 7و8: مسٹر عبدالرشید عباسی، ایڈووکیٹ

2۔سول عرضی استجازت اپیل نمبر 48/2016
(متدائرہ:16.01.2016)

سردار افتخار احمد، ایڈووکیٹ عدالت العالیہ، سابق صدر ڈسٹرکٹ بار راولاکوٹ، پونچھ۔

(سائل)

بنام

1۔ چیئرمین آزاد جموں وکشمیر کونسل (وزیراعظم پاکستان) بذریعہ سیکرٹری آزاد جموں وکشمیر کونسل سیکرٹریٹ، اسلام آباد۔

2۔ آزاد جموں وکشمیر کونسل بذریعہ سیکرٹری، کشمیر کونسل سیکرٹریٹ، اسلام آباد۔

3۔ سیکرٹری آزاد جموں وکشمیر کونسل سیکرٹریٹ-II، اسلام آباد۔

4۔ صدر آزاد جموں وکشمیر بذریعہ سیکرٹری صدر، آزاد جموں وکشمیر صدارتی سیکرٹریٹ، مظفر آباد۔

5۔ آزاد حکومت ریاست جموں وکشمیر بذریعہ چیف سیکرٹری، نیو سیکرٹریٹ کمپلیکس، لوئر چھتر، مظفر آباد۔

6۔ محکمہ قانون، انصاف، پارلیمانی امور وانسانی حقوق بذریعہ سیکرٹری قانون، آزاد جموں وکشمیر، مظفر آباد۔

7۔ معزز جسٹس ایم تبسم آفتاب علوی، جج عدالت العالیہ آزاد جموں وکشمیر، بینک روڈ، مظفر آباد۔

8۔ جناب منیر احمد چوہدری، ریٹائرڈ جج عدالت العالیہ، معرفت ڈپٹی رجسٹرار عدالت العالیہ، میرپور سرکٹ، میرپور۔

(مسئولان)

9۔ سردار محمد خورشید خان، ایڈووکیٹ عدالت العالیہ، ممبر ڈسٹرکٹ بار ایسوسی ایشن راولاکورٹ، پونچھ۔

10 احمد نواز تنولی، ایڈووکیٹ عدالت العالیہ (نائب صدر سنٹرل بار ایسوسی ایشن) مظفر آباد.

(ترتیبی مسئولان)

(اپیل بخلاف فیصلہ عدالت العالیہ مصدرہ 17.11.2015 بر عرضی زیر نمبری 2136/2015)

منجانب سائل: اصالتاً

منجانب مسئولان 1و3: خواجہ محمد نسیم، ایڈووکیٹ

منجانب مسئولان 7و8: مسٹر عبدالرشید عباسی، ایڈووکیٹ

فیصلہ:۔

(چوھدری محمد ابراھیم ضیاء، جج): عنوانی عرضی ھا استجازت اپیل بخلاف فیصلہ عدالت العالیہ مصدرہ 17.11.2015 سائلان نے روبرو عدالت ہذا پیش کیں۔ مطابق ریکارڈ عرضی ھا جن حالات وواقعات کی بناء پر دائر کی گئیں باختصار ذیل ہیں:۔

(الف) بروئے فرمان حکومت مصدرہ 24.02.2011 عدالت العالیہ آزاد جموں وکشمیر میں مستقل ججز کی دو خالی آسامیوں پر مسئولان نمبر 7 و 8 کی تقرریاں عمل میں لائی گئیں۔ دونوں سائلان عرضی ہا عنوان بالا معہ سردار محمد خورشید خان، ترتیبی مسئول نمبر 9 نے عدالت العالیہ میں عرضی اجراء پروانہ تنسیخ حکم تقرری و برائے استفسار اختیار قانونی نسبت براجمانی عہدہ جج عدالت العالیہ مسئولان 7 و 8 دائر کی۔ سائلان نے اپنی عرضی میں عدالت سے فرمان حکومت محررہ 24.02.2011 کو بدوں مشاورت چیف جسٹس صاحبان، مغائر آئینی دفعات، اصول ہا قانون وضع کردہ عدالت ھا بالا منسوخ کرنے اور منصب جج منسوب شدہ مسئول نمبر 7 خالی قرار دینے کے ساتھ ہی مسئول نمبر 7 سے متعلق اجرائیگی پروانہ استفسار کہ وہ کس اختیار قانونی کے تحت منصب جج عدالت العالیہ پر فائز ہے' کی دادرسی ھا طلب کیں۔ نیز مسئولان 1 تا 6 وضاحت کریں کہ کس قانون کے تحت حکم تقرری جاری کیا گیا۔ سائلان کی جانب سے عدالت العالیہ سے استدعا کی گئی کہ مسئول نمبر 8 کے غیر قانونی حکم تقرری کی بنیاد پر حاصل کردہ پنشن ودیگر مراعات بطور جج عدالت العالیہ' واپس کی جائیں۔

(ب) سائلان نے اپنی عرضی میں اپنے قانونی استحقاق دائری کے حوالے سے درج کیا کہ وہ باشندہ

ریاست درجہ اول ہونے کے ساتھ ساتھ عدالت العالیہ کے وکیل اور انجمن وکلاء کے اراکین ہونے کے ناطے سے ہمیشہ مفاد عامہ، قانون کی عملداری، عدلیہ کی آزادی، خودمختاری، تحفظ اور فراہمی انصاف کے لیے کام کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ آزاد عدلیہ شہریوں کے بنیادی حقوق کی محافظ ہے۔ آزاد کشمیر میں اعلیٰ عدلیہ آزاد جموں و کشمیر عبوری آئین ایکٹ، 1974ء کی دفعات 42 و 43 کے تحت تشکیل ہوتی ہے۔ مسئولان نمبر 7 و 8 کی تقرری بروئے فرمان حکومت 24.02.2011 بدوں مطلوبہ مشاورت آئینی عمل میں لائی گئی۔ سائلان نے مصدقہ نقول حکم تقرری و دیگر کاروائی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن جاری نہ کی گئیں۔ اس امر کے ثبوت کے طور پر بیان حلفی اور مکتوب جاری کردہ دفتر مسئول نمبر 4 شامل ہے۔ مسئول نمبر 7 کی تقرری کے لیے چیف جسٹس عدالت العالیہ جبکہ مسئول نمبر 8 کی تقرری کے لیے چیف جسٹس آزاد کشمیر نے مشورہ نہ دیا تھا، مگر اس کے باوجود غیر قانونی طور پر فرمان حکومت نسبت تقرری جج عدالت العالیہ جاری کر دیا گیا جو کہ پاکستان و آزاد کشمیر کی اعلیٰ عدلیہ کے وضع کردہ اصول قانون کے صریحاً نقیض ہے خصوصاً عدالت العظمیٰ پاکستان کے فیصلہ عنوانی ''الجہاد ٹرسٹ بنام فیڈریشن آف پاکستان'' (PLD 1996 SC 324) اور عدالت العظمیٰ آزاد کشمیر کے فیصلہ عنوانی ''محمد یونس طاہر بنام شوکت عزیز وغیرہ'' (2012 SCR 213) میں وضع کردہ اصولوں کی صریحاً خلاف ورزی کی گئی ہے۔ سائلان نے اپنے موقف کی تائید میں متذکرہ بالا فیصلہ جات کے کچھ حصے بھی عرضی میں درج کیے۔

(ج) سائلان نے معاملہ زیر نزاع کے متعلق اپنی علمیت کے حوالے سے پیرا نمبر 7 عرضی میں درج کیا کہ انہیں ان حقائق کا علم بجز شریعت کورٹ تعیناتی کے خلاف وکلاء کے احتجاج سے ہوا۔ بار کونسل نے اعلیٰ عدلیہ میں بجز کی تعیناتی کے حوالے سے قرارداد پاس کی جس پر سائلان نے

معاملے کا ادراک ہونے پر نقول جملہ کارروائی تقرری حاصل کرنے کی کوشش کی جو کہ لا حاصل رہی۔ اپنے اس موقف کی تائید میں انہوں نے بار کونسل قرارداد کی نقل اور بیان حلفی شامل کیا۔ چونکہ مسئولان 1 تا 6 اس آئینی ذمہ داری کو پورا کرنے میں ناکام رہے اسلئے سائلان متاثرہ فرد ہیں اور انہیں استحقاق قانونی دائری عرضی حاصل ہے۔

(د) عرضی دائر ہونے پر قبل از منظوری باقاعدہ سماعت، مسئولان سے تبصرہ طلب کیا گیا۔ عدالتی نوٹس پر مسئولان 1 تا 3 کی طرف سے کوئی تبصرہ ریکارڈ پر نہ لایا گیا جبکہ 4 تا 8 کی طرف سے 2 تبصرہ جات ہا داخل کیے گئے۔ مسئولان 4 تا 6 نے اپنے تبصرہ میں ابتدائی عذرات اٹھائے کہ مسئولان 7 و 8 نے 24.2.2011 کو اپنے عہدوں کا حلف لیا۔ عرضی پانچ سال کی تاخیر سے مخصوص اغراض کے تحت دائر کی گئی جو قابل اخراج ہے۔ مطابق قواعد، عدم فراہمی لازمی مصدقہ نقول حکم زیر نزاع کی بنیاد پر عرضی نا قابل رفتار ہے۔ مسئول نمبر 8 اپنے عہدہ سے ریٹائر ہو چکے ہیں لہذا عرضی ہذا اُن کے خلاف قابل پذیرائی نہ ہے۔ مسئول نمبر 7 و 8 کی تقرری مطابق آئین بمشاورت چیف جسٹس آزاد جموں و کشمیر و عدالت العالیہ بر ہدایت آزاد جموں و کشمیر کونسل عمل میں لائی گئی ہے اسلئے عرضی قابل اخراج ہے۔ فیصلہ عنوانی ''محمد یونس طاہر بنام چوہدری شوکت عزیز ایڈووکیٹ وغیرہ'' (2012 SCR 213) کے متعلق یہ موقف اختیار کیا گیا کہ متذکرہ فیصلہ 16.05.2012 کو صادر کیا گیا جبکہ تقرریاں اس سے قبل عمل میں لائی گئی ہیں۔ سائلان کا علمیت تقرری کے حوالے سے موقف بے بنیاد ہے۔ اگر تاریخ علمیت بار کونسل کی قرارداد سے بھی شمار کی جائے تب بھی عرضی ہذا چھ ماہ کی تاخیر سے دائر ہوئی۔

(ذ) مسئولان 7 و 8 نے اپنے تبصرہ میں مسئولان 4 تا 6 کے تبصرہ جات میں اٹھائے گئے عذرات کے علاوہ موقف اختیار کیا کہ عرضی بد نیتی اور تاخیر سے دائر کی گئی ہے۔ سائلان بطور وکیل،

مسئولان نمبر 7و8 کے روبروعدالت العالیہ میں پیش ہوتے رہے۔انہیں مسئولان کی تقرری کا روز اول سے علم تھا۔اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے مطبوعہ فیصلہ عنوانی ''سید منظور حسین گیلانی بنام سائیں مُلا ایڈوکیٹ وغیرہ''(PLD 1993 SC(AJK) 12) پر انحصار کرتے ہوئے استدعا کی کہ سائلان کی عرضی قابل اخراج ہے۔سائلان کا طرز عمل مانع دائری عرضی ہے کیونکہ وہ عرصہ زائد از ساڑھے چار سال سے عدالت العالیہ میں مسئولان کو آئینی تعینات جج تسلیم کر کے پیش ہو رہے ہیں اور کبھی کوئی عذر نہ کیا۔اُن کی نیک نیتی مشکوک ہے۔ اسطرح بدوں نوٹس عرضی قابل اخراج ہے۔

(ر) مسئولان نے مزید موقف لیا کہ عرضی بد نیتی سے مقدمہ عنوانی ''سردار جاوید ناز وغیرہ بنام آزاد حکومت وغیرہ''(اب طبع شدہ PLD 2016 SC(AJK) 1) کے فیصلہ کے ردعمل میں دائر کی گئی ہے کیونکہ مسئول نمبر 7 بطور سینئر رکن بینچ اس فیصلہ کا مصنف ہے۔ بالخصوص جبکہ سائلان میں سے کوئی شخص بطور جج تقرری کا اہل نہ ہے اسلئے وہ متاثرہ افراد نہ ہیں۔مزید برآں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سردار محمد خورشید خان یکے از سائلان اس فیصلہ کی رُو سے سبکدوش ہونے والے جج شریعت کورٹ ہر دار شہزاد احمد خان، کے چیمبر شہزاد لاء ایسوسی ایٹس، کا کارکن ہے۔عدالت العظمیٰ فیصلہ عنوانی ''بشیر احمد مغل بنام آزاد حکومت وغیرہ''(2014 SCR 1258) میں مسئولان کی تقرری مطابق آئین قرار دے چکی ہے۔بشیر احمد مغل کیس کی تعمیل میں مسئولان 7و8 کو جج شریعت کورٹ کے اضافی منصب پر بھی تعینات کیا گیا۔اپنی تعیناتی کے بارے میں استفسار کے حوالے سے مسئولان 7و 8 کا موقف ہے کہ وہ فرمان حکومت محررہ 24.2.2011 کے تحت درست طور پر بر ہدایت آزاد جموں وکشمیر کونسل بمشاورت چیف جسٹس صاحبان تعینات ہوئے ہیں۔مسئول نمبر 7 کے حوالے سے خصوصی طور پر صدر ریاست

نے معزز چیف جسٹس عدالت العالیہ سے مشاورت قبل از تقرری کی۔ سائلان کا موقف کہ وہ مفاد عامہ، قانون کی بالا دستی اور عدلیہ کی آزادی کے لیے کام کرنے میں دلچسپی رکھتے ہیں ،درست نہ ہے۔ بلکہ سائلان کا طرز عمل مبنی بر بد نیتی ،خبث باطن اور آزاد عدلیہ پر برہ راست حملہ ہے۔ سائلان خصوصی حالات مقدمہ کے حوالہ سے نیک نیت اطلاع دہندہ نہ ہیں۔ حکم تقرری مسئولان سے نہ تو آئین کی اور نہ ہی فیصلہ عنوانی ''محمد یونس طاہر بنام شوکت عزیز وغیرہ''(2012 SCR 213) کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ سائلان کا پیرا7 میں علمیت تقرری کے بارے میں اظہار اُن کے اپنے طرز عمل کے مغائر ہے۔ وہ مسئولان کی تقرری کو درست جانتے ہوئے اُن کے روبرو مختلف مقدمات میں پیش ہوتے رہے۔ سائلان کا طرز عمل اعلیٰ عدلیہ کے جج صاحبان کو بدنام کرنے اور عدلیہ کے وقار کو مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے سائلان توہین عدالت اور دیگر کاروائی کے مستوجب ہیں۔ مسئولان نے اپنے مندرجات تبصرہ کی صداقت کی تائید کے طور پر اپنے بیان حلفی بھی شامل کیے۔

(ز) عدالت العالیہ کے سہ رکنی بینچ نے فریقین کے مطابق ریکارڈ موقف اور دلائل کو زیر غور لاتے ہوئے عرضی سائلان بروئے حکم زیر نزاع ابتدائی مرحلہ پر بدوں اجرائیگی نوٹس مسئولان' بر بنائے عدم فراہمی مصدقہ نقول حکم تقرری زیر نزاع و دیگر دستاویزات' تقرری مسئولان 7و8 کو زیر دفعہ (A-2)43 عبوری آئین ایکٹ، 1974ء درست قرار دیتے ہوئے بالخصوص مسئول نمبر 8 کے منصب سے ریٹائر ہونے کی بناء پر نا قابل سماعت قرار دے کر خارج کردی۔ عدالت العالیہ کے فیصلہ کے خلاف سائلان احمد نواز تنولی اور سردار افتخار احمد نے دو الگ عرضی ہا استجازت اپیل دائر کرتے ہوئے تیسرے سائل سردار محمد خورشید خان کو ترتیبی مسئول نمبر 9 درج کیا۔

2۔ دونوں عرضی ہا استجازت اپیل ایک ہی عرضی اور ایک ہی فیصلہ کے خلاف سائلان نے دائر عدالت ہذا کی ہیں لہذا دونوں کو یکجا فیصلہ کے ذریعے یکسو کیا جانا مناسب ہوگا۔

3۔ ہر دو سائلان نے خود بحث کرتے ہوئے واقعات و حالات مقدمہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد یہ موقف اختیار کیا کہ عدالت العالیہ کا حکم زیر نزاع خلاف واقعات اور قانون ہے۔ سائلان نے عدم فراہمی مصدقہ نقول کے حوالے سے موقف اختیار کیا ہے کہ عدالت العالیہ نے بدوں باریک بین جائزہ مندرجات عرضی و دستاویزات مشمولہ نتیجہ اخذ کیا۔ سائلان نے واضح موقف اختیار کیا کہ اُن کی انتھک کوشش کے باوجود اُن کو مصدقہ نقول جاری نہ کی گئیں جس کی تائید مسئول نمبر 4 کے دفتر سے جاری مکتوب اور سائلان کی طرف سے دائر کردہ بیان حلفی سے ہوتی ہے۔ چونکہ سائلان خود بھی وکیل ہیں لہذا اعلیٰ عدالتوں کے وضع کردہ مسلمہ اصول کی روشنی میں وکیل کے پیش کردہ بیان حلفی کو درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ عدالت العالیہ نے دائری عرضی میں تاخیر کے حوالے سے جو نتیجہ اخذ کیا' وہ درست نہ ہے۔ ایک تو سائلان نے تاخیر کی تسلی بخش وضاحت کی ہے اور دوسرا عرضی اجرائیگی پروانہ استفسار (quo-warranto) کے لیے مسلمہ طور پر محض تاخیر اخراج عرضی کا جواز نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح عدالت العالیہ نے جو نتیجہ اخذ کیا کہ سائلان صاف ہاتھوں سے عدالت سے رجوع نہ ہوئے ہیں' واقعاتی طور پر درست نہ ہے۔ عرضی پروانہ استفسار کے لیے متاثرہ ہونا ضروری نہ ہے بلکہ سائل کی حیثیت اطلاع دھندہ کی ہوتی ہے۔ عدالت العالیہ نے مسلمہ قانونی اصول کی خلاف ورزی کی ہے۔ عدالت العالیہ نے خود تسلیم کیا کہ مسئول نمبر 7 کی تقرری کے لیے چیف جسٹس عدالت العالیہ سے 22.2.2011 کو مشاورت کی جبکہ کونسل کی ہدایت برائے تقرری اس سے قبل جاری ہونا ثابت ہے۔ آئین کے مطابق مشاورت بامقصد اور قبل از اجرائیگی ہدایت کشمیر کونسل لازمی تقاضا ہے۔ عدالت العالیہ کا فیصلہ باہم متضاد ہے۔ عدالت العالیہ کا یہ قرار دینا کہ مشاورت بعد از اجرائیگی ہدایت تقرری منجانب

کشمیر کونسل محض ایک بے ضابطگی ہے، درست نہ ہے بلکہ یہ ایک سنگین خلاف ورزی قانون ہے۔عدالت العالیہ نے فیصلہ زیرنزاع میں اپنے آئین کو مدنظر رکھنے کے بجائے دیگر ممالک کے آئین کی دفعات قانون کو زیر بحث لایا ہے۔اسطرح فیصلہ زیرنزاع نا قابل نفاذ ہے۔ ہر دو سائلان نے اپنے دلائل کے دوران بار ہا اس بات پر زور دیا کہ جن نکات کی بنیاد پر عدالت العالیہ نے فیصلہ دیا اُن کے حوالے سے سائلان کے بیان حلفی کو صریحاً نظر انداز کیا گیا۔اپنے موقف کی تائید میں انہوں نے نظائر عدالتی فیصلہ جات عنوانی ''آزاد حکومت وغیرہ بنام میجر جنرل ریٹائرڈ محمد حیات خان وغیرہ''(1995 SCR 283)، ''ایس پی گپتا بنام یونین آف انڈیا''(AIR 1994 SC 268)، ''محمد یونس طاہر بنام شوکت عزیز ایڈووکیٹ وغیرہ''(2012 SCR 213)، ''آزاد جموں وکشمیر کونسل وغیرہ بنام میسرز پیدار بلڈرز'' (2011 SCR 595) اور ''الجہاد ٹرسٹ بنام فیڈریشن آف پاکستان''(PLD 1996 SC 324) پیش کیے اور استدعا کی کہ قانونی اور آئینی معاملات قابل تشریح ہیں، لہذا فیصلہ عدالت العالیہ کے خلاف اجازت اپیل دی جائے۔

4۔ فاضل وکلاء مسئولان، عبدالرشید عباسی اور خواجہ محمد نسیم نے فیصلہ زیرنزاع عدالت العالیہ کا بھرپور طور پر دفاع کیا اور اس کو درست اور قانونی قرار دیتے ہوئے موقف اختیار کیا کہ خصوصی حالات وواقعات سے عیاں ہے کہ سائلان نے عدالت العالیہ میں عرضی بدنیتی سے فیصلہ مصدرہ 06.08.2015 سبکدوشی ججز شریعت کورٹ کے ردعمل کے طور پر سازشاً خبث باطن سے دائر کی۔سائلان اپنے طرز عمل سے مانع دائری عرضی ہیں۔وہ خود عدالت العالیہ میں وکالت کے دعویدار ہیں اس کے باوجود ساڑھے چار سال تک جن ججز کے سامنے پیش ہوتے رہے اُن کی تقرری کے خلاف اتنے طویل عرصہ بعد عرضی پروانہ استفسار دائر کی جو کہ بدنیتی کا واضح ثبوت ہے۔سائلان نے بڑی ہوشیاری سے یکے از سائلان سردار محمد خورشید خان، جس کے حوالے سے نا قابل تردید ثبوت بر ریکارڈ لایا گیا ہے کہ

وہ شریعت کورٹ کے فیصلہ مصدررہ 06.8.2015 سے متاثرہ شخص سردار شہزاد احمد خان کے چیمبر کا شریک رکن ہے' کو ترتیبی مسئول رکھا جبکہ اس حقیقت کی کہیں تردید نہیں کی گئی کہ مذکور کا تعلق شہزاد لاء ایسوسی ایٹس سے نہ ہے۔ دائری عرضی کے پس منظر میں جو اہم محرکات ہیں وہ ڈھکے چھپے نہ ہیں بلکہ آزاد کشمیر کی عدالتی کاروائی کا حصہ ہیں۔ آزاد کشمیر میں وکلاء نے عدلیہ کی آزادی کے لیے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے اور کسی بھی غیر آئینی تقرری کو عدلیہ میں برداشت نہ کیا گیا اور بروقت چیلنج کیا گیا۔ مطابق حقائق شریعت کورٹ ججز کی تقرری پر وکلاء نے احتجاج کیا۔ بار کونسل نے اس سلسلہ میں قرارداد بھی منظور کی اور بلا تاخیر عدالت میں عرضی دائر کردی۔ نہ صرف عدالتی کاروئی بلکہ شریعت کورٹ میں تقرریوں کے خلاف وکلاء کے احتجاج کے حوالے سے ذرائع ابلاغ عامہ میں خبروں کی اشاعت بھی ہوئی۔ اس طرح سائلان کا موقف کہ مورخہ 15.04.2015 کو بار کونسل کی قرارداد سے علمیت ہوئی' بالکل بے بنیاد اور نا قابل اعتبار ہے۔ اگر اس موقف کو درست بھی مان لیا جائے تب بھی سائلان کا تاریخ علمیت سے چھ ماہ بعد ایسے وقت میں جب کہ شریعت کورٹ ججز والے مقدمہ میں 06.08.2015 کو فیصلہ جاری ہو چکا تھا 'عرضی اجرائیگی استفسار دائر کرنا اُن کے غافلانہ تاخیری طرز عمل و بدنیتی کا نا قابل تردید ثبوت ہے۔ سائلان کو عدلیہ کی آزادی اور بار کونسل کی قراردادوں کا اگر اتنا ہی پاس تھا تو اُن میں سے کسی ایک نے بھی شریعت کورٹ ججز والے اہم معاملہ میں اپنا کردار کیوں نہ ادا کیا؟ انہوں نے عدالت العالیہ کے ایسے معزز ججز کی تقرری کو متنازع بنانے کی کوشش کی ہے جو کہ عرصہ پانچ سال سے غیر متنازعہ طور پر بطریق احسن اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں جن کے خلاف بار کونسل یا کسی بھی دیگر طبقہ کی کوئی شکایت نہ ہے۔ ایسے حالات میں اعلیٰ عدلیہ کے وضع کردہ اصول ہا عرضی اجراء پروانہ استفسار میں سائلان اطلاع دہندہ کے کردار، محرکات اور علمیت کو زیر غور لانا عدالت پر لازم ہوتا ہے۔ ہمچو معاملات میں برصغیر کی اعلیٰ عدالتوں کے وضع کردہ اصولوں میں یکسانیت پائی جاتی ہے کہ سائل اطلاع دہندہ عدالت سے مخصوص مقاصد، سازش، بدنیتی اور تاخیر سے رجوع کرے تو عدالت کو ایسی عرضی مسترد کردینی چاہیے۔ اس لیے

عدالت العالیہ نے درست طور پر فیصلہ زیرنزاع صادر کیا ہے۔

5۔ کونسل مسئولان نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ فراہمی مصدقہ نقول حکم زیرنزاع و دیگر دستاویزات باقواعد کالازمی تقاضہ ہیں اور خلاف ورزی کا نتیجہ استخراج عرضی ہے۔ معاملہ ہذا میں یہ مسلمہ واقعاتی امر ہے کہ سائلان نے مطلوبہ مصدقہ نقول شامل عرضی نہ کی ہیں۔ سائلان کا یہ محض عذر لنگ ہے کہ نقول دستیاب نہ ہیں۔ فرمان حکومت سرکاری گزٹ میں شائع ہوتا ہے اور کسی پر کوئی قدغن نہیں کہ شائع شدہ گزٹ حاصل نہ کر سکے۔ سائلان نے کہیں بھی ریکارڈ پر نہ لایا ہے کہ انہوں نے فرمان حکومت طبع شدہ سرکاری گزٹ حاصل کرنے کے لیے کوشش کی اور ان کو میسر نہ ہو سکا۔ اپنے موقف کی تائید میں سائلان نے جو مکتوب جاری از دفتر مسئول نمبر 4 ریکارڈ پر لایا ہے اُس سے بھی ان کی موقف کی تردید ہوتی ہے۔ جہاں تک سائلان کا بیان حلفی زیرغور لانے کا تعلق ہے، یہ بے جا اصرار ہے۔ مسئولان کی طرف سے تردیدی بیان حلفی ریکارڈ پر لائے گئے ہیں اس لیے سائلان کے بیان حلفی غیر تردید شدہ نہ ہیں۔ عدالتوں نے ایسے بیان حلفی کو قابل انحصار قرار دیا ہے جن کی تردید جوابی بیان حلفی سے نہ کی گئی ہو۔ مزید برآں بیان حلفی صرف اُنہی امور سے متعلق زیرغور لایا جاتا ہے جو ریکارڈ سے متعلق نہ ہوں۔ بیان حلفی جو واضح حقیقت اور ریکارڈ کے مغائر ہو قابل غور نہ ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ فرمان حکومت سرکاری گزٹ میں شائع ہوتا ہے۔ اس طرح یہ بیان حلفی دینا کہ باوجود کوشش کے نقل دستیاب نہ ہوئی ہے جھوٹ اور قابل مواخذہ عمل ہے۔ سائلان کی عرضی اہم خامیوں، عدم فراہمی مصدقہ نقول، تاخیر دائری اور بدنیتی پر مبنی ہونے کی بناء پر نا قابل رفتار ہے۔ اس لیے مزید حقائق یا نفس معاملہ کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہ ہے۔ تاہم اس کے باوجود نفس معاملہ کے اعتبار سے بھی سائلان کی عرضی سرے سے ہی قابل پذیرائی نہ ہے۔ مسئول نمبر 8 دائری عرضی سے پہلے ہی ریٹائر ہو چکے تھے لہذا بمطابق قانون اس نوعیت کی عرضی قابل پذیرائی نہ ہے۔ جہاں تک مسئول نمبر 7 کا تعلق ہے اُن کے حوالے سے سائلان کا اظہار ہے کہ

ان کی تقرری چیف جسٹس عدالت العالیہ کی مشاورت سے عمل میں نہ لائی گئی ہے جبکہ اس موقف کی واضح تردید دستاویزی ثبوت سے ہوتی ہے اس لیے واقعاتی طور پر بھی موقف سائلان غلط ہے۔ دفعہ 43(2-A) عبوری آئین ایکٹ، 1974ء کے تحت صدر کا چیف جسٹس صاحبان کے ساتھ مشاورت کرنا لازمی ہے۔ آزاد جموں وکشمیر کونسل کا مشاورت کرنا تقاضائے قانون نہ ہے۔ سائلان کے بیان کردہ موقف کے مطابق چیف جسٹس عدالت العالیہ کی تحریری مشاورت محررہ 22.02.2011 ریکارڈ پر موجود ہے جب کہ حکم تقرری صدر ریاست نے مورخہ 24.02.2011 کو جاری کیا ہے۔

6۔ وکلاء مسئولان نے مزید دلائل دیتے ہوئے کہا کہ نہ تو آئین میں اور نہ ہی کسی اور قانون میں مشاورت کے لیے کوئی مخصوص طرز یا طریقہ متعین شدہ ہے۔ آئین کا تقاضا مشاورت ہے اور مشاورت کیسے کی جائے' آئین کی دفعات کے مطابق کہیں بھی لازمی نہ ہے کہ مشاورت تحریری ہونی چاہیے۔ یہ مشاورت کنندہ اور مشورہ دہندہ پر منحصر ہے کہ وہ کیسے اس کے تقاضے کو بروئے کار لاتے ہیں۔ جب مشاورت کنندہ اور مشورہ دہندہ کی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہو تو یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ تقرریاں مشاورت سے عمل میں لائی گئی ہیں اور آئینی تقاضا پورا ہو چکا ہے۔ اس طرح سائلان کا رجوع عدالت العالیہ ہونا عدلیہ کی آزادی کا تحفظ نہیں بلکہ عدلیہ کی آزادی اور وقار کو مجروح کرنے کے مترادف ہے تا کہ عدلیہ کو دباؤ میں لایا جائے اور ججز اہم معاملات میں طاقتور افراد اور گروہوں کے خلاف آزادانہ فیصلے کرنے سے گریزاں رہیں۔ وکلاء مسئولان نے مندرجات عرضی استعجازت اپیل عنوانی ''سردار افتخار احمد بنام چیئرمین آزاد جموں وکشمیر کونسل وغیرہ'' کی وجوہات (A) و (B) میں استعمال کیے گئے الفاظ کو توہین آمیز اور نامناسب قرار دیتے ہوئے کہا کہ فیصلہ زیر نزاع کی سماعت کرنے والے فاضل جج صاحبان کی ذات کے حوالے سے نامناسب اعتراضات کیے گئے ہیں جو عدالتی روایات کے منافی اور قابل مواخذہ ہیں۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں مطبوعہ فیصلہ جات عنوانی ''سید منظور حسین گیلانی بنام سائیں مُلا

ایڈووکیٹ'' (PLD 1993 SC(AJK) 12)، ''آزاد حکومت وغیرہ بنام حاجی سمندر خان وغیرہ''(1995 SCR 259)، ''محمد رفیق وغیرہ بنام محمد پرویز وغیرہ''(2005 SCMR 1829)، ''سائرہ بشیر وغیرہ بنام آزاد حکومت وغیرہ''(2015 SCR 631) اور ''سید علی رضا اسد عابدی بنام غلام اسحاق خان وغیرہ''(PLD 1991 Lah 420) پر انحصار کرتے ہوئے استدعا کی کہ عرضی ہا استعجازت اپیل معہ خرچہ وخصوصی ہرجانہ مسترد کی جائیں۔

7۔ ہم نے فریقین کے دلائل اور ریکارڈ فراہم کردہ کی روشنی میں امور زیرنزاع کا بنظر عمیق جائزہ لیا ہے۔ فریقین نے عدم فراہمی مصدقہ نقول حکم زیرنزاع پر بڑے زور دار دلائل اور قانونی حوالہ جات پیش کیے۔ عدالت العالیہ نے بھی اس پہلو کو اہمیت دیتے ہوئے زیرغور لایا۔ مطابق نوعیت معاملہ بتقاضائے آزاد جموں وکشمیر عدالت العالیہ قواعد انضباط کار مجریہ 1984ء حکم تقرری مسئولان 7 و 8 کی مصدقہ نقول کی فراہمی لازمی ہے۔ اس حوالہ سے سائلان کی وضاحت غیر معقول اور نا قابل پذیرائی ہے۔ مشمولہ عرضی نقل حکم زیرنزاع کے مندرجات کے مطابق یہ حکم سرکار چھاپہ خانہ کو اشاعت گزٹ کے لیے ترسیل ہوا۔ یہ قانونی تقاضہ بھی ہے اور عام فہم بات بھی۔ سرکاری گزٹ میں شائع شدہ فرمان حکومت کی نقل حاصل کرنے کی نسبت کسی بھی فرد یا سائلان پر نہ تو کوئی قدغن ہے اور نہ ہی کوئی دشواری ہے۔ سائلان نے کہیں بھی یہ موقف نہ لیا کہ انہوں نے سرکاری چھاپہ خانہ سے گزٹ شدہ فرمان حکومت حاصل کرنے کی کوشش کی اور انکار کیا گیا۔ اُن کا اصرار کہ وہ مصدقہ نقل صدارتی دفتر سے حاصل کرنا چاہتے تھے' قانوناً اور حقائق کے لحاظ سے لغو اور نا قابل پذیرائی ہے۔ اسی طرح سائلان کا اصرار کہ اس ضمن میں اُن کے بیان حلفی کو زیرغور نہ لایا گیا ہے' ہماری رائے میں غلط فہمی اور عدالتی وضع کردہ اصولوں کی نادانی پر مبنی ہے۔ ہر معاملہ کے اپنے تقاضے ہوتے ہیں۔ عدالتوں نے ایسے بیان حلفی جن کی تردید میں جوابی بیان حلفی نہ دیے گئے ہوں اور جو ایسے امور سے متعلق ہوں جن کی نسبت بیان حلفی تحت قانون قابل پذیرائی

ہوں' قابل انحصار قرار دیے ہیں جبکہ معاملہ ہذا میں مسئولان نے جوابی بیان حلفی سے سائلان کے بیان حلفی کی تردید کردی ہے۔اسطرح اُن کا استدلال بے وزن ہے۔

8۔ ہم یہاں یہ درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ قانونی تقاضوں کے مطابق بیان حلفی کی اہمیت اس لیے ہوتی ہے کہ حلف پر سچ بیان کیا گیا ہے۔اُسے بادی النظر میں سچ ہی سمجھا جاتا ہے مگر بیان حلفی کو محض رسم سمجھتے ہوئے اسٹیمپ پیپر پر لکھ دینے اور اس پر تصدیقی مُہر لگانے سے سچائی کا درجہ نہیں مل جاتا یا حقائق کو بدلنے کا موجب نہیں بن سکتا۔بیان حلفی شواہد وقرائن، حالات وواقعات اور حقیقت کے خلاف ہو تو قابل انحصار نہ ہوتا ہے۔اگر کوئی شخص بیان حلفی دے دے کہ سارے کوے سفید ہو گئے ہیں، کوے تو شائد سفید نہ ہوں لیکن ایسا بیان حلفی اُس کے دماغی خلل کا عکاس ہوسکتا ہے یا پھر اُسکے کالی بھیڑ اور دروغ گو ہونے کا موجب بن سکتا ہے۔سائلان کا معاملہ زیرنزاع کے خصوصی حالات وواقعات کے تناظر میں یہ بیان حلفی دینا کہ حکم تقرری مصدرہ 24.02.2011 دستیاب نہ ہوا' درست نہ ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ حکم سرکاری گزٹ میں شائع شدہ ہے اور ایسے شائع شدہ حکم کے حصول میں کوئی رکاوٹ نہ ہے۔

9۔ اگرچہ فریقین نے عدم فراہمی نقول کے معاملہ کو بہت اہمیت دی اور عدالت العالیہ نے بھی زیرغور لایا مگر ہمارے نقطہ نظر سے یہ اتنا اہم پہلو نہ ہے۔قاعدہ 32(2) قواعد انضباط 1984ء کے تحت مصدقہ نقول حکم زیرنزاع کی فراہمی لازمی ہے لیکن اس قانونی تقاضے کے پیش نظر یا تو دائری کے وقت عدالتی ذمہ داران کو جائزہ لیتے ہوئے اعتراض کرنا چاہیے یا پھر عدالت کو معاملہ کے حالات و واقعات کے تناظر میں یکسو کرنا چاہیے۔محض تکنیکی وجوہ کی بنیاد پر ہر ایک عرضی کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ بالخصوص معاملہ ہذا میں حکم زیرنزاع ایسا مسلمہ امر ہے جس سے کسی کو انکار نہیں بلکہ ہر دو فریقین نے اس حکم پر انحصار کر رکھا ہے اور جو عدالت العالیہ کے ریکارڈ کا بھی حصہ ہے۔اس ضمن میں عدالت ہذا کے

فیصلہ عنوانی ''شاہدہ خادم بنام سیکرٹری تعلیم وغیرہ'' (2002 SCR 315) میں وضع کردہ اصول کا مقدمہ ہذا پر پورے طور پر اطلاق ہوتا ہے۔ اس تناظر میں سائلان کی عرضی کو محض اس سقم کی بناء پر رد نہیں کیا جا سکتا۔ معاملہ ہذا کے خصوصی تناظر میں ہماری نظر میں سائلان کا بروقت رجوع عدالت نہ ہونا، اُن کا طرز عمل اور نیک نیتی اہم امور ہیں۔ اس طرح فیصلہ زیر نزاع کے پیراگراف 13 اور 35 میں عدالت العالیہ کی قرارداد سے اتفاق نہ ہے۔

10۔ سائلان کا یہ استدلال ہے کے عرضی اجراء پروانہ استفسار کے لیے نہ تو محض تاخیر وجہ اخراج عرضی ہو سکتی ہے اور نہ ہی سائلان کا طرز عمل یا غیر متاثرہ ہونا۔ ایسی حالت میں سائلان کی حیثیت اطلاع دہندہ کی ہوتی ہے اور عدالت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ ناجائز اور غیر قانونی قابض سے منصب کو خالی کرائے۔ اس نکتہ کا عدالت العالیہ نے ہر پہلو سے جائزہ لیا ہے اور فریقین نے بھی موقف آمدہ بر ریکارڈ پر پوری توجہ مرکوز کی ہے۔ سائلان کا یہ استدلال اُن کی عرضی کی نوعیت کے اعتبار سے ہماری نظر میں درست معلوم نہیں ہوتا۔ اولاً سائلان کی عرضی محض اجراء پروانہ استفسار ہی نہیں بلکہ انہوں نے جو دادرسی ترجیحاً طلب کی ہے وہ اجراء پروانہ منسوخی (Writ of Certiorari) حکم تقرری مصدرہ 24.02.2011 ہے۔ اس تناظر میں دفعہ 44 عبوری آئین ایکٹ، 1974ء کے تحت سائلان کا قانونی طور پر متاثرہ فرد ہونا، بروقت نیک نیتی سے رجوع عدالت ہونا آئینی لوازمات ہیں۔ دائری عرضی بعد از عرصہ ساڑھے چار سال بدوں وضاحت' کسی خصوصی حق یا مفاد سائلان کے اُن کا متاثرہ فریق کی تعریف میں نہ آنا کوئی متنازعہ امر نہ ہے بلکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے۔ تاہم اگر اس پہلو سے صرفِ نظر کر بھی دیا جائے تو تب بھی سائلان کا استدلال کہ عرضی پروانہ استفسار کے لیے سائلان کا طرز عمل اور تاخیر قابل غور امور نہ ہیں' قانون اور برصغیر کی اعلیٰ عدالتوں کے وضع کردہ اصولوں سے مطابقت نہ رکھتا ہے۔ عرضی اجراء پروانہ استفسار کے معاملہ میں جب مسئوان کے جانب سے سائلان کی بدنیتی، سازش مخصوص عزائم

اور تاخیر سے دائری کا موقف لیا جائے تو پھر عدالت پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ ان پہلوؤں کو زیر غور لائے۔ یہ اصول کوئی انوکھا اور نیا نہیں بلکہ عرصہ دراز سے اپنایا جا رہا ہے۔ اس نکتہ قانونی پر پاکستان و آزاد کشمیر عدلیہ میں اتفاق رائے پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں متعدد قانونی نظائر میں سے ایک نظیر مطبوعہ فیصلہ عنوانی ''عزیز الرحمٰن چوہدری بنام محمد نصیر الدین وغیرہ'' (PLD 1965 SC 236) ہے جس میں اجراء پروانہ استفسار کے حوالے سے دو اہم اصول وضع کیے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ عدالت کا اختیار ہے کہ وہ سائل کے طرز عمل اور محرکات نسبت دائری عرضی کی تحقیق کرے اور دوسرا یہ کہ اگر ایسی عرضی ایک ادارے کی پُرسکون حسب معمول کارگزاری کو متاثر کرنے کے لیے ہو تو اُس کو منظور کرنے سے انکار کر دے۔ عدالت العظمیٰ نے ان اصولوں کو بذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

> "The Court from which the writ was sought was entitled to enquire into the conduct and motives of the appellant for such a writ and if the information was considered to be merely of a vexatious nature the Court was entitled to refuse to exercise its discretion in favour of the appellant. Thus where the issuance of the writ would disturb the peaceful and orderly functioning of a corporation the Court is enttiled to refuse the writ"
>
> (underlining is ours)

ان اصولوں کا جب معاملہ زیر نزاع پر اطلاق کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ مسئولان 7 و 8 جن کی تقرری دائری عرضی سے ساڑھے چار سال قبل عمل میں لائی گئی، اپنے فرائض احسن طریقہ سے انجام دیتے چلے آئے۔ مسئول نمبر 8 نہ صرف جج عدالت العالیہ بلکہ چیف

الیکشن کمشنر آزاد جموں وکشمیر کے حساس منصب پر بھی فائز رہے اور اپنی عمر پیرانہ سالی مکمل ہونے پر ریٹائر ہو چکے ہیں۔ کسی طبقہ کی طرف سے مسئولان 7و8 کی کارگزاری یا اُن کے طرز عمل کے حوالے سے کوئی اعتراض یا شکایت ریکارڈ پر نہ لائی گئی ہے۔ مسئول نمبر 7 جو کہ معزز جج عدالت العالیہ کے منصب پر فائز ہیں، احسن طریقہ سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ سائلان خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بطور وکیل مسئولان 7و8 کے روبرو مقدمات میں پیش ہوتے رہے۔ کبھی بھی اُن کے خلاف کسی قسم کی شکایت ریکارڈ پر نہ آئی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عدالت العالیہ کا ادارہ حسب معمول کارگزار ہے۔ ادارے کی اس پُرامن کارگزاری کو تہ وبالا کرنے کے لیے ایسی عرضی ہا اجراء پروانہ استفسار کا استعمال درست قرار نہیں دیا جا سکتا۔

11۔ جہاں تک سائلان کے طرز عمل، محرکات اور نیت کا تعلق ہے اگرچہ دلوں اور نیتوں کا حال اللہ تعالیٰ کو ہی معلوم ہے تاہم دنیاوی معاملات میں ان پہلوؤں کو جانچنے کے لیے ایک فرد کا طرز عمل ہی اہم بنیاد فراہم کرتا ہے۔ دلائل فریقین کے علاوہ طرز عمل کے بارہ میں عدالتی استفسار پر سردار افتخار احمد (سائل) نے بتایا کہ وہ عرصہ بارہ سال سے عدالت العالیہ کے وکیل ہیں اور 14-2013 میں بار ایسوسی ایشن کے صدر بھی رہے، سائل، افتخار احمد تنولی، نے بھی بتایا کہ وہ عرصہ پانچ سال سے عدالت العالیہ کا وکیل ہے۔ دونوں مسئولان 7و8 کی عدالت میں پیش ہوتے رہے اور دونوں نے عرضی ہذا دائری سے قبل کسی بھی سطح پر یا کسی بھی ادارہ میں مسئولان کے بارے میں نہ تو تحفظات کا اظہار کیا اور نہ ہی کوئی شکایت کی۔ یہ امر بھی اظہر من الشمس ہے کہ مسئولان 7و8 مجلس عام میں حلف اٹھانے کے بعد سے اپنے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ سائلان کی اپنی بیان کردہ وجوہات کو ہی اگر زیر غور لایا جائے تو اُنکے بقول سارے معاملے کی علمیت اُن کو بار کونسل کی قرارداد منظور ہونے پر ہوئی۔ بار کونسل کی قرارداد کی نقل پیش کردہ سائلان سے عیاں ہوتا ہے کہ یہ شریعت کورٹ میں ججز کی تقرری کے چند روز بعد منظور ہوئی

جس کی اشاعت بھی کی گئی۔اس قرارداد میں مسئولان 7و8 کی تقرری کا بالصراحت ذکر نہ ہے جیسا کہ شریعت کورٹ ججز کی تقرری کے حوالے سے موجود ہے۔جس ترتیب سے واقعات وقوع پذیر ہوئے اُس کے مطابق شریعت کورٹ ججز کی تقرری کے فوراً بعد ضلعی انجمن ھا وآزاد جموں وکشمیر بار کونسل نے احتجاج کیا،قرارداد منظور کی اور چند دنوں بعد ہی عرضی بھی عدالت العالیہ میں دائر کردی گئی جس کی کُھلی عدالت میں سماعت ہوئی۔عرضی منظور کرتے ہوئے شریعت کورٹ ججز کو بروئے فیصلہ مصدرہ 06.08.2015 (جو کہ مسئول نمبر 7 نے تحریر کیا) اپنے منصبوں سے سبکدوش کردیا گیا۔سائلان نے روبروعدالت یہ بھی اعتراف کیا کہ قبل ازیں نہ تو انہوں نے ایسی کوئی عرضی دائر کی اور نہ ہی شریعت کورٹ ججز والے مقدمہ' جس کے حوالہ سے بارکونسل نے احتجاج کیا اور قرارداد منظور کی' میں کوئی کردار ادا کیا۔ اسطرح سائلان کا دعویٰ کہ وہ نیک نیتی سے عدلیہ کی آزادی ،قانون کی عملداری اور تحفظ کے لیے آگے آئے ہیں،اُن کے طرزعمل سے مطابقت نہ رکھتا ہے۔اس سے بھی اگر صرفِ نظر کرلیا جائے تو اس کے باوجود بارکونسل کی قرارداد کی تاریخ کے بعد بھی چھ ماہ تک خاموش رہنا اور ماسوائے ایک مکتوب محررہ 15.10.2015 ،کوئی ایک بھی ثبوت ریکارڈ پر نہ لانا ،حتیٰ کہ بیان حلفی میں بھی وضاحت نہ کرنا کہ انہوں نے معاملہ کی علمیت کے بعد کیا اقدامات اٹھائے' سائلان کے طرزعمل کا عکاس ہے۔فیصلہ ججز شریعت کورٹ مورخہ 06.08.2015 کے صادر ہونے کے بعد عرضی دائر کرنا حالات اور قرائن وشواہد کے تناظر میں سائلان کے کردار کو مشکوک بناتا ہے۔خصوصی طور پر جب کہ مسئولان نے موقف لیا ہے کہ عرضی ہذا شریعت کورٹ ججز فیصلے کا ردعمل ہے،حالات وواقعات کے تناظر میں مسئولان کے اس عذر کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔

12۔ مسئولان نے عرضی میں شامل یکے از سائلان سردار محمد خورشید خان کے متعلق موقف اختیار کیا ہے کہ وہ فیصلہ ججز شریعت کورٹ محررہ 06.08.2015 کی رُو سے سبکدوش ہونے والے ایک

جج سردار شہزاد احمد خان کے شریک چیمبر رہے۔تائید میں بیان حلفی بھی شامل کیا جس کی تردید جوابی بیان حلفی سے نہ کی گئی ہے۔اسطرح مسئولان کا بیان حلفی بلاتردید ریکارڈ پر پایا جاتا ہے اور سائلان کے اپنے دلائل کے مطابق ایسا بیان حلفی حالات وواقعات کے مطابق قابل انحصار ہے۔عدالت ہابرصغیر اس امر پر متفق ہیں کہ ایسے حالات میں عرضی اجراء پروانہ استفسار کو محض معمول میں بے مہابہ جاری نہیں کر دینا چاہیے بلکہ سائلان کے طرز عمل اور نیک نیتی کو بہر طور مدنظر رکھنا چاہیے۔اس حوالے سے یہ اہم اصول بھی وضع کیا گیا ہے کہ ایسے رجحان کی بیخ کنی اور حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔عدالت العظمیٰ پاکستان نے ماضی کے متعدد فیصلہ جات کا جائزہ لیتے ہوئے ایک ایسا مقدمہ جس میں عدالت العالیہ نے پروانہ استفسار جاری کر دیا تھا اور جس کے خلاف اندرون عدالت (Intra Court) اپیل مسترد ہوگئی تھی۔سائلان کے طرز عمل اور محرکات کا تفصیل سے جائزہ لیتے ہوئے اسی قسم کے حالات کو زیر غور لاتے ہوئے فیصلہ عنوانی ''محمد لیاقت منیر راؤ بنام شمس الدین وغیرہ''(2004 PLC (C.S.) 1328) میں بذیل اصول وضع کیے ہیں:۔

"8. We have heard the learned counsel for parties at length. We find that the respondent No. 1 being a driver of the Commission lacked bona fide in filing the writ of quo-warranto against the petitioner after favourable orders had been passed by the Federal Government and the Minister. It is unfortunate that sometimes the ministerial staff becomes instrumental in the hands of other senior officers in the matter of inter-departmental rivalries so as to involve itself in vexatious litigation. It is high time that the

growing tendency on the part of public servants and other persons to institute proceedings by way of writs of quo-warranto with oblique consideration or motives and just like puppets is to be deprecated by the Courts. The learned counsel for the respondent No. 1 could not give any explanation whatsoever as to what had prompted him to file the writ petition after a deep slumber of more than a decade. In an appropriate case the Court is entitled to look into the conduct, motive or lack of bona fides of a writ petitioner and also the delay in filing a writ petition in the nature of quo-warranto for the purpose of grant of refusal or relief in the exercise of discretionary jurisdiction. The writ of quo-warranto is not issued as a matter of course on hyper-technicalities. The Court can see whether such a person has come with clean hands so as to deserve its indulgence.

9. The question of conduct of a writ petitioner and the delay in filing a writ of quo-warranto was considered in a number of cases. In the Full Court judgment in Federation of Pakistan v. Haji Muhammad Saifullah Khan and others (PLD 1989 SC 166 at page 218) the relevant observations made in earlier case of Dr. Kamal

Hussain and 7 others vs. Muhammad Sirajul Islam and others (PLD 1969 SC 42) were reproduced as under:-

> "Under Article 98(2)(b) 'any person and not necessarily an aggrieved person can seek redress from the High Court against the usurpation of a public office by a person who is allegedly holding it without lawful authority'. On that account it cannot be doubted that Mr. Siraj-ul-Islam did have the locus standi to file the petition. But the grant of relief in writ jurisdiction is a matter of discretion, wherein it is quite legitimate on the part of the High Court to test the bona fides of the relator to see if he has come with clean hands. A writ of quo-warranto in particular is not to issue as a matter of course on sheer technicalities on a doctrinaire approach. In the present case, considering all the circumstances I canot escape the feeling that Mr. Siraj-ul-Islam is not entirely playing his own game, for high altruistic motives, and that he has instituted the writ petition not so much for the vindication of any public right or the redress of a public wrong as to

> redeem the discomfiture of the defeated candidates, and to fight their battle on another front which some of them had already waged by the process of the election petitions within its limitations. The delay has occurred in the filing of the petition which has not been satisfactorily explained is not without effect on the grant of this discretionary relief."

In M.U.A Khan v. M. Sultan and another (1981 SCMR 74), this Court dealt with the issue in the following words:-

> "Before parting with the case, we cannot help remarking that the petition instituted by the present appellant, does indeed appear to be an extension of the litigation commenced against the respondent by an official of his own Department. The appellant does not appear to have been motivated by any sense of public duty and it is accordingly a matter of some regret...."

The observations made in the case of M.U.A Khan (supra) apply, with equal force, to the facts and circumstances of the present case. In Ghulam Rasool v. Muhammad Hayat (PLD

1984 SC 385) a polling agent of a losing candidate for the election of Zila Council had filed a writ of quo-warranto against the successful candidate. This Court took the view that such a person should be deemed to be acting not probono publico but for the benefit of a losing candidate and issuance of writ was declined. In the case of Azizur Rahman v. M. Nasiruddin and others (PLD 1965 SC 236), it was held that a writ of quo-warranto was not a writ of course and the Court was entitled to inquire into "conduct and motives" of applicant and to refuse the writ where information laid was of a vexatious nature. In the case of Syed Ali Raza Asad Abidi v. Ghulam Ishaque Khan, President of Pakistan and another (PLD 1991 Lahore 420), a learned Division Bench of the Lahore High Court had dismissed a writ of quo-warranto on the ground of laches also where the inordinate delay of more than three years in filing of same was not explained.

10. In Halsbury's Laws of Englad, 4th Edition, 1989, Volume 1(1), at page 372 para 274, it is stated that:-

> "an information in the nature of quo-warranto was not issued, and an

injunction in lieu thereof would not be granted, as a matter of course. It was in the discretion of the Court to refuse or grant it according to the facts and circumstances of the case. The Court would inquire into the conduct and motives of the applicant, and the Court might in its discretion decline to grant a quo-warranto information where it would be vexatious to do so."

In a treatise titled "The Law of Extraordinary Legal Remedies" by Forest G. Ferris, page 142 section 120, it, is stated that the Attorney General, at common law, was the only person who could institute quo warrato proceeding, and then only in cases of a public nature."

(underlining is ours)

13۔ متذکرہ قانونی حوالہ جات کے علاوہ ایسے معاملات، بالخصوص نیتوں کے معاملات جن کا براہ راست شہادت سے تعین ممکن نہ ہو وہاں پر قرائن وشواہد سے نتائج اخذ کرنے کے لیے قرآن حکیم سے بھی رہنمائی ملتی ہے۔ اس ضمن میں سورۃ یوسف کی آیات بینات 25 تا 28 بمعہ اُردو ترجمہ بذیل ہیں:۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِن دُبُرٍ وَأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَى الْبَابِ قَالَتْ مَا جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَن يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ (25)قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ

قَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الكَاذِبِيْنَ (26)وَإِنْ كَانَ قَمِيْصُهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِن الصَّادِقِيْنَ (27)فَلَمَّا رَأَى قَمِيْصَهُ قُدَّ مِن دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِن كَيْدِكُنَّ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ (28)يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنبِكِ إِنَّكِ كُنتِ مِنَ الْخَاطِئِيْنَO

''دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اُس عورت نے یوسف علیہ السلام کا کُرتہ پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا اور دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مِل گیا،تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بُرا ارادہ کرے بس اُس کی سزا یہی ہے کہ اُسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی دردناک سزا دی جائے۔ یوسفؑ نے کہا یہ عورت ہی مجھے پھسلا رہی تھی اور عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر اِس کا کُرتہ آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور اگر اِسکا کرتا پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے۔ خاوند نے جو دیکھا کہ یوسفؑ کا کُرتہ پیٹھ کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تم عورتوں کی چال بازی ہے۔ بے شک تمہاری چال بازی بہت بڑی ہے۔ یوسف اب اس بات کو آنی جانی کرو اور (اے عورت) تو اپنے گناہ سے توبہ کر بے شک تو گنہگاروں میں سے ہے''

(اُردو ترجمہ از قرآن حکیم طبع شدہ شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس مدینہ منورہ زیر نگرانی وزارت اسلامی امور، اوقاف دعوت وارشاد مملکت سعودی عرب سنہ ۱۴۲۷ھ)

برصغیر کے معروف قانون دان خالد لطیف گابا (K. L Gauba) نے اپنے قابل ذکر مقدمات میں سے ایک مقدمہ کے عدالتی فیصلہ میں اصول تجزیہ شہادت کی نسبت سے بذیل اقتباس درج کیا ہے:۔

(This passage followed a quotation from Manu's Law Code, written as far back as 100 B.C.)
"As the hunter tracks a wounded beast to its lair by its drops of blood so let a king track to justice by a close search for proof"

یعنی جس طرح شکاری ایک زخمی شکار کی کھوج اُس کی پناہ گاہ تک اُس کے گرے ہوئے خون کے قطروں سے لگاتا ہے اُسی طرح انصاف کی فراہمی میں باریک بینی سے معاملہ کی تہہ تک پہنچنے کے لیے کھوج لگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ معاملہ ہذا میں بھی عرضی ہذا کے حوالے سے قرائن وشواہد کے باریک بین جائزے سے مسئول نمبر 7 کے تحریر کردہ فیصلہ ''سردار جاوید ناز بنام آزاد حکومت وغیرہ'' کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ سائلان اگر بروقت اِس فیصلہ کے صدور سے قبل رجوع عدالت ہوتے تو شاید اُن کی نیک نیتی اس قدر مشکوک نہ ہوتی۔ بقول کسے **''تجھے ولی مانتے جو نہ بادہ خوار ہوتا''**۔

14۔ ایسی عرضی ہا میں اعلیٰ عدالتوں نے قرار دیا کہ عدالت بہر طور اجراء پروانہ کی پابند نہ ہے بلکہ یہ صوابدیدی اختیار ہے۔ اس حوالہ سے مطبوعہ فیصلہ عنوانی ''ڈاکٹر عظیم الرحمٰن خان میو بنام گورنمنٹ آف سندھ وغیرہ'' (2004 SCMR 1299) میں بھی عدالت العظمیٰ پاکستان نے قرار دیا ہے کہ:

> "5. We have carefully examined the respective contentions as agitated on beahlf of appellant and for respondents in the light of relevant provisions of law and record of the case. Learned Advocate Supreme Court on behalf of appellant when asked at the outset that what locus standi the appellant had to file such a petition and how he was an aggrieved person? No plausible justification could be furnished except that it was a writ of quo warranto which could have been filed by the appellant. It is well settled by now that "under Article 199 all the

reliefs obtainable under it are purely discretionary and on the principles governing writs of quo warranto the relief under Art. 199(2)(b)(ii) is particularly so. Quo warranto is not issued as a matter of course. The Court can and will enquire into the conduct and the motive of the relator. No precise rule can be laid down for the exercise of discretion by the Court in granting or refusing an information in the nature of quo warranto. All the circumstances of the case taken together must govern the discretion of the Court. The discretion has to be exercised in accordance with judicial principles. The writ is not to issue as a matter of course on sheer technicalities on a doctrinaire approach." Federation of Pakistan v. Muhammad Saifullah Khan PLD 1989 SC 166, Federation of Pakistan v. Muhammad Saifullah Khan 1988 SCMR 1996, Azizur Rehman Chwodhury v. M. Nasiruddin PLD 1965 SC 236 and Hair Shankar v. Sukhdeo Prasad AIR 1954 All. 227. There is no cavil with the proposition that in respect of order of quo warranto it is not necessary that a person must be aggrieved and no such restriction could be placed which is in fact contemplated under sub-clause (a) of clause 1 of Article 199 of the Constitution and accordingly

any person irrespective of the fact whether he is an aggrieved person or otherwise can invoke the Constitutional jurisdiction by way of writ of quo warranto against usurpation of a public officer by a person without having any lawful authority. In this regard we are fortified by the dictum laid down in the following cases:-

> M. U.A. Khan v. M. Sultan PLD 1974 SC 228; Salahuddin v. Frontier Sugar Mills and Distillery Ltd. PLD 1975 SC 244, M. U.A Khan v. M. Sultan 1981 SCMR 74, Federation of Pakistan v. Muhammad Saifullah Khan PLD 1989 SC 166 and Federation of Pakistan v. Muhammad Saifullah Khan 1998 SCMR 1996.

6. It, however, must not be lost sight of that grant of relief in writ jurisdiction irrespective of its kind , is discretionary which is required to be exercised judiciously but the High Court would be fully competent while exercising such discretion to test the bona fides of the relator to see if he has come with clean hands. In this regard reference can be made to Federation of Pakistan v. Muhammad Saifullah Khan PLD 1989 SC 166 and Federation of Pakistan v. Muhammad Saifullah Khan 1989 SCMR 1996. In

case it is determined that the appellant had approached the Court with ulterior motive, mala fide intention and as an instrument of others, the relief can be declined. If any authority is needed reliance can be placed on A.M. Khan Leghari v. Government of Pakistan PLD 1967 Lah. 227 (FB). "

(underlining is ours)

عدالت ہذا نے مقدمہ عنوانی ''سید منظور حسین گیلانی بنام سائیں مُلا ایڈووکیٹ'' (PLD 1993 SC(AJK) 12) میں قرار دیا کہ ایسی عرضی بدوں کارروائی ابتدائی سطح پر بدوں اجرائیگی نوٹس مسئولان قابل استرداد ہے۔ عدالت ہذا نے عرضی اجراء پروانہ استفسار کے حوالے سے تقریباً معاملہ ہذا سے مماثلت رکھتے ہوئے حالات وواقعات میں قرار دیا کہ اگر عرضی خبث باطن اور تاخیر سے دائر کی جائے تو سائل کے حقوق کے مجروح ہونے کے حوالہ سے بھی عدالت جائزہ لے سکتی ہے اور ایسے حالات میں پروانہ محض سطحی جائزہ کی بناء پر جاری نہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں قرار دیا گیا ہے کہ:

"We have given due consideration to the matter and in view of the principle laid down in the above authorities, particularly the case reported as Syed Ali Raza Asad Abidi v. Ghulam Ishaq Khan, President of Pakistan PLD 1991 Lah.420, it is evident that in a case of quo warranto the question of laches is relevant to test the bona fides of the relator. In the present case there is no explanation whatsoever as to why the

respondent did not challenge either the enrolment of the appellant as a pleader, and Advocate or his appointment as Advocate-General previously and kept mum for about 13/14 years and 5 years respectively in each case. He also failed to challenge the appointment of the appellant as Judge of the High Court for one year after two months. He filed the writ petition when the notice of contempt of Court was served upon him at the instance of the appellant. We are of the view that the contesting respondent filed the present writ petition due to the aforesaid incident, i.e., the initiation of the contempt of Court proceedings against him and not for serving the cause of law or in the public interest, especially so because no explanation for delay in filing the writ petition has been put forth. It may be stated that delay in a case of quo warranto is considered as an important piece of evidence in support of plea of mala fides of the relator. It is specially so when the relator was not an aspirant to the office which he intends to get vacated. It is settled principle of law that in absence of bona fides a writ of quo warranto must be refused on this sole ground. A reference may be made to a case reported as

Dr. Kamal Hussain vs. Muhammad Siraj ul Islam PLD 1969 SC 42, wherein it was observed that it is quite legitimate to test the bona fides of the relator and to see that he has come with clean hands in writ jurisdiction. A writ of quo warranto in particular is not to be issued as a doctrinaire approach. Identical view has been expressed in Syed Ali Raza Asad Abidi v. Ghulam Ishaq Khan PLD 1991 Lah. 420. So much so that in some cases of writ of quo warranto, the Courts even insisted that relator must show the invasion of his personal right where there is a plea of mala fide, despite the fact that a writ of quo warranto may be sought even by a person who has no personal interest in the matter. A reference may be made to the cases reported as Masudul Hassan v. Khadim Hussain PLD 1963 SC 203 and Surendra Mohan Patnaik v.Gopal Chandra Patnaik AIR 1952 Orissa 359. Thus, we are of the view that the writ petition entailed dismissal on this sole ground."

15۔ سائلان کا یہ استدلال کہ عرضی اجراء پروانہ استفسار کے لیے تاخیر کوئی وجہ استرداد نہ ہے، مسلمہ قانون اور اصول وضع کردہ عدالت ہا سے مطابقت نہ رکھتا ہے۔ اعلیٰ عدالتوں کے متعدد فیصلہ جات ہیں جنکی رُو سے عرضی اجراء پروانہ استفسار میں تاخیر کو زیرِ غور لاتے ہوئے مسترد کیا گیا جن میں سے ایک مطبوعہ فیصلہ عنوانی ''محمد رفیق وغیرہ بنام محمد پرویز وغیرہ''(2005 SCMR 1829) ہے۔ اس

میں صرف تاخیر کی بناء پر عرضی اجرائیگی پروانہ استفسار کو نا قابل پذیرائی قرار دیتے ہوئے قرار دیا گیا ہے کہ:

"6. We have heard the counsel for the parties at length and have also perused the available record. The petitioners were appointed, pursuant to the advertisement in the press, after selection by the District Recruitment Committee headed by the Deputy Commissioner / Chairman. No serious defect in the appointment of the petitioners was shown from record which was brought by the Assistant Director, Legal Government, Narowal. The respondent No. 1 filed writ petition after a period of five years when the petitioners had already been confirmed in their appointments after successful completion of probation period. The writ petition suffered from gross laches without there being any justifiable explanation. Some minor irregularities, if any, in the appointment of the petitioners were not sufficient for issuance of a writ of quo warranto against the petitioners. The impugned judgment is not sustainable at law."

16۔ سائلان کا یہ کہنا کہ عرضی اجرائیگی پروانہ استفسار بدوں زیر غور لائے تاخیر سائلان خبث باطن و سازش اور مقاصد، سطحی جائزہ کے تحت عمومی طور پر جاری کرنا منشاء آئین ہے، درست معلوم نہ

ہوتا ہے بلکہ گزشتہ پیرا جات میں متذکرہ قانونی نظائر کے مطابق مخصوص حالات کے تناظر میں اجراء پروانہ استفسار کے لیے سائلان اطلاع دہندہ کے کردار، خبث باطن، مخصوص عزائم اور تاخیر جیسے امور کو زیر غور لایا جانا لازمی قرار دیا گیا ہے۔

17۔ معاملہ ہذا میں متذکرہ خصوصی حالات و واقعات یہ نتیجہ اخذ کرنے میں مکتفی طور پر مددگار ہیں کہ سائلان دائری عرضی میں غافلانہ تاخیر کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جو بظاہر مقاصد دائری عرضی کے لیے بیان کیے گئے، سائلان کا طرز عمل اُن کا عکاس نہ ہے بلکہ قرائن اور شواہد عرضی ہذا کی دائری فیصلہ جج شریعت کورٹ، تحریر کردہ مسئول نمبر 7، کے ردعمل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ ترتیبی مسئول نمبر 9 کا فیصلہ کی زد میں آنے والے ایک سبکدوش جج، سردار شہزاد احمد، کے چیمبر کارکن ہونے کا امر مسلمہ ہے جس کی تردید نہ کی گئی ہے۔ اِس کے اثرات سے بچنے کے لیے اُس کو عرضی استعجازت اپیل میں ترتیبی مسئول درج کرنا حقائق کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ اس لیے ہماری رائے میں اعلیٰ عدالتوں کے وضع کردہ اصول کے مطابق مخصوص حالات کے پیش نظر یہ قرار دیے جانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ سائلان نے خبث باطن کی بنیاد پر مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے تاخیر سے عرضی اجراء پروانہ استفسار دائر کرتے ہوئے عدالت العالیہ جیسے مقتدر اور معتبر ادارے کو متنازعہ بنانے اور اس کی ساکھ اور کارکردگی کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے، جو کسی طور قابل پذیرائی نہ ہے۔

18۔ تاہم اس امر کا ذکر یہاں ضروری ہے کہ عدالت العالیہ نے عرضی با قاعدہ سماعت کے قابل نہ ہونے کے باوجود اصل متنازعہ امور و طرز مشاورت برائے تقرری جج عدالت العالیہ پر جو رائے زنی کی ہے، وہ بے محل ہے۔ ایسے امور پر رائے زنی یا قرارداد تب ہی صادر کی جاسکتی ہے جب عرضی با قاعدہ سماعت کے لیے منظور کرلی جائے۔ عبوری آئین ایکٹ 1974ء کی دفعہ 44 کے تحت دائر عرضی ہا کی سماعت کا ایک مخصوص طریقہ کار قواعد انضباط 1984ء میں درج ہے جس کے مطابق عرضی با قاعدہ

سماعت کے قابل ہونے کی بناء پر فریقین کو قواعد 36 و 38 کے تحت عدالت نے مواقع فراہم کرنا ہوتے ہیں کہ وہ اپنے موقف کی تائید میں تحریری عذرات، جواب الجواب، بیان حلفی یا دیگر مواد ریکارڈ پر لانا چاہیں تو لا سکیں۔ اور اگر عدالت العالیہ مناسب سمجھے تو متنازع امور کے تعین کے لیے قاعدہ 38 کے تحت دیگر شہادت یا جو بھی دیگر طریقہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق موزوں ہو اختیار کر سکتی ہے تا کہ فریقین کے حق سماعت کو کسی طور پر مجروح نہ کیا جائے۔ اس ضمن میں عدالت ہذا قبل ازیں فیصلہ عنوانی ''ڈپٹی کمشنر اینڈ ریونیو وغیرہ بنام میسرز نیلم جہلم ہائیڈرو پاور کمپنی وغیرہ''(PLJ 2013 SC(AJ&K) 309) میں بذیل قرار داد صادر کر چکی ہے:۔

"…. It further elaborates that the admission of writ petition for regular hearing is necessary. Under Rule 35 notice of motion has to be served upon the person to be affected or any other respondent by registered post (acknowledgment). Under Rule 36, after a notice is served upon the person affected and he appears in the Court, he shall file objections and other documents alongwith at least two copies thereof within a month from the date of appearance unless the Court otherwise directs. When the objections are filed by the respondent, the petitioner may, with the leave of the Court, file an affidavit and any document in rejoinder along with at least two copies thereof within a week or such time as the Court may directed and serve a copy thereof on the respondent or his counsel. Under Rule 38,

the writ petition has to be finally decided after hearing the parties. What is evident from the above referred rules is that when a writ petition is filed, it shall be placed before a bench. If it is not dismissed summarily and the bench admits it for regular hearing then a notice shall issue to other party, who shall be required to file counter affidavit, documents, objections/written statements. The petitioner, if so desires, with the permission of the court may file an affidavit and any document in rejoinder. After hearing the parties the Court may pass any appropriate order on the writ petition. The final disposal of writ petition without admitting it for regular hearing is not covered by the rules....."

مابعد اس اصول پر فیصلہ عنوانی ''محمد ریاض اختر چوہدری بنام سردار کرم داد خان وغیرہ'' (2015 SCR 92) میں بھی انحصار کیا گیا۔

آزاد جموں وکشمیر عدالت العالیہ قواعد انضباط 1984ء کی روح ومنشاء کے مطابق عرضی با قاعدہ سماعت کرنے سے قبل امور زیرنزاع پر قرارداد صادر کرنی درست نہ ہے کیونکہ عدالتی فیصلوں میں فریقین کے مابین امور زیرنزاع کا تصفیہ کیا جاتا ہے اور جس معاملہ میں عدالت حتمی طور پر امور کا تصفیہ نہ کرسکتی ہو وہاں ایسے امور کی نسبت رائے زنی محض علمی مباحثہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کی اجازت نہ ہے۔ اس ضمن میں متعدد فیصلہ جات موجود ہیں اور تازہ ترین فیصلہ ''محمد ریاض اختر چوہدری بنام سردار کرم داد خان وغیرہ'' (2015 SCR 92) ہے، جس میں قرار دیا گیا ہے کہ:۔

"18. ... A judgment cannot be recorded by the Court for academic discussions. We are fortified in our view by a judgment of the Supreme Court of Pakistan i.e. the case reported as A. B. A. Haleem v/s (1) Lt. Col. Aziz K. M. Khan, (2) Dr. Abdul Hameed Siddiqi [PLD 1958 Supreme Court (Pak.) 179, as under:-

> 'There are thus two good reasons why the appeal should now be dismissed. Firstly, the appellant has no authority to continue the appeal, as it was preferred by him in the capacity of Vice-Chancellor, which office he has ceased to hold. He has no personal interest in the subject-matter of the appeal. Secondly, the order of the High Court, in the favour of Lt. Col. Khan is now of no effect, since his tenure of the office in question has terminated. In consequence of this even, there is no live issue left in the case. In order that this Court should exercise its appellate jurisdiction in any matter, it is essential that there should exist between the parties, a concrete matter in actual controversy to be decided as a living issue. In the existing circumstances, no such matter appears to exist between the

parties, and to proceed further with the appeal would be of academic interest only.'

The proposition also came under consideration of this Court in the case reported as Azad Kashmir Logging & Saw Mills Corporation through Chairman and others v/s Azad Jammu & Kashmir Government through Chief Secretary, Muzaffarabad and others [1999 MLD 1058], wherein it was observed as under:-

'.... It is well-settled that this Court does not enter into academic questions and we would like to follow this practice so far it relates to the appeal filed by the Azad Kashmir Logging and Saw Mills Corporation .....'

This Court in an unreported judgment recorded in the case titled Azad Government & others v/s Javed Anwar (Civil Appeal No. 37/2013, decided on 10.5.2014), has also observed as under:-

"17. According to the celebrated principle of law, the Courts are meant for adjudication of the matters for providing relief to the litigants, resolution of the legal and factual position and cannot continue

proceedings in the case merely for academic discussions which hardly can bring fruits for the party who approached the Court."

معاملہ ہذا میں عرضی باقاعدہ سماعت کے لیے منظوری سے قبل ہی نا قابل پذیرائی قرار دی گئی۔ مابعد فیصلہ زیرِ نزاع کے پیراگراف 13، 23 تا 32 اور 40 کے ذیلی پیراجات (1)، (2) و (3) محض علمی مباحثے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہذا متذکرہ بالا پیراجات میں عدالت العالیہ کی رائے زنی کو بدوں منظوری عرضی قبل از وقت اور بے محل قرار دیا جاتا ہے۔

19۔ جہاں تک مسئولان کا اعتراض نسبت توہین آمیز الفاظ از عرضی عنوانی ''سردار افتخار احمد بنام چیئرمین آزاد جموں وکشمیر کونسل وغیرہ'' کا تعلق ہے بادی النظر میں جو زبان استعمال کی گئی وہ عدالتی نکتہ نظر سے نا مناسب ہے جس کی وضاحت کے لیے سائل کو نوٹس دیا گیا۔ قانونی طور پر اپیل میں اعتراض فیصلہ زیرِ اپیل پر ہوتا ہے، لکھنے والے جج پر نہیں۔ مندرجات عرضی استجازت اپیل سے بظاہر لگتا ہے کہ سائل نے الفاظ کے انتخاب میں احتیاط سے کام نہیں لیا۔ سائل نے تحریری وضاحت بتائید بیان حلفی داخل کرتے ہوئے موقف لیا ہے کہ دانستہ الفاظ کا چناؤ ججز کے وقار کو مجروح کرنے کے لیے نہیں کیا گیا بلکہ عام فہم معانی میں استعمال کیے۔ سائل نے الفاظ کے حذف کرنے اور غیر مشروط معافی کی بھی استدعا کی ہے۔ حالات کے تناظر میں یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مذکور سائل سے کم فہمی اور نا دانستگی کی بناء پر یہ سہو ہوا ہے۔ اُسے تنبیہ کی جاتی ہے کہ مستقبل میں وکالت کی اچھی روایات کو مدنظر رکھتے ہوئے عدالتی کارروائی کے متعلقہ تحریر میں مہذب اور احسن الفاظ کا چناؤ کرے۔ مذکور سائل نے وضاحت کی تائید میں بیان حلفی بھی داخل کیا ہے اور اُس کی غیر مشروط معافی قبول کرتے ہوئے مزید کارروائی سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔

20۔ اگرچہ کونسل مسئولان نے سائلان پر بھاری ہرجانہ عائد کرنے کی استدعا کی ہے'

حالات و واقعات کے تناظر میں یہ استدعا بے جا نہ ہے۔تاہم سائلان چونکہ وکلاء ہیں اور عدالتی نظام کا حصہ ہیں عدالتوں نے ہمیشہ وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرفِ نظر کا رویہ ہی اپنایا ہے۔مزید برآں ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہر جانہ عائد کرنے سے عام افراد کے لیے یہ تاثر پیدا نہ ہو کہ حصول انصاف کے راستے مسدود کیے جا رہے ہیں۔اس تناظر میں باوجود قانونی جواز کے ہر جانہ عائد کرنے سے گریز کیا جاتا ہے۔

21۔ خصوصی حالات کے تناظر میں مسئول نمبر 7 کے فیصلہ صادر کرنے کے بعد ردعمل کے طور پر عرضی ہذا کی دائری دوررس اثرات کی حامل ہے جس کے پس منظر میں خبث باطن واضح ہے۔جب کوئی جج مؤثر ،طاقتور افراد،طبقات یا گروہ کے مفادات اور توقعات کے خلاف فیصلہ کرے اُس کو متنازعہ بنا دینا، قانون کی بالا دستی نہیں بلکہ قانون شکنی ہے اور یہ عدلیہ کا تحفظ نہیں بلکہ عدلیہ پر حملہ ہے۔عدلیہ کا وجود فرائض کے اعتبار سے طاقتور طبقات، قانون شکن افراد اور گروہوں کی سرکوبی کے لیے ہے۔عدلیہ نے ہمیشہ طاقتور، قانون شکن سے کمزور اور مظلوم کا حق واپس دلا کر قانون کی عملداری قائم کرنا ہوتی ہے۔ کمزور طبقات کی کوئی مؤثر زبان نہیں ہوتی کہ وہ عدلیہ کی پشت پر کھڑے ہوں اور نہ ہی قانون کی عملداری پر عدلیہ کی تشہیر ہوتی ہے۔جس کے مقابلے میں طاقتور افراد،طبقات اور گروہوں کے مفادات عدلیہ کے وجود سے تکمیل پذیر نہیں ہوتے ایسے طاقتور افراد، طبقات اور گروہ مؤثر آواز رکھتے ہیں اور عدلیہ کو دباؤ میں لانے کے لیے ناجائز مقاصد،خبث باطن مخصوص عزائم کی تکمیل کے لیے سازشیں کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاہم عدلیہ کو بیدار رہتے ہوئے ایسے عزائم کو ناکام بنانا ہوتا ہے اور اپنے فرائض انجام دیتے ہوئے قانون کی بالا دستی کے لیے کردار ادا کرنا ہوتا ہے۔ایسی عرضی ہا جو خبث باطن اور تاخیر سے دائر کی جائیں ایسے حالات میں اُن میں محض سطحی جائزہ کی بنیاد پر پروانہ اجراء استفسار جاری نہیں کیا جا سکتا بلکہ اس طرز عمل کی بیخ کنی و تدارک سے آزادیِ عدلیہ و قانون کی بالا دستی قائم ہو سکتی ہے۔

22۔ یہاں پر ہم یہ بھی ریکارڈ پر لانا مناسب سمجھتے ہیں کہ وکلاء عدالتی نظام کا ایک جزو

لا ینفک ہیں اور ان کے بغیر انصاف کی فراہمی کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔صدیوں پر محیط انسانی تجربہ اس کا شاہد ہے۔آزاد کشمیر اور پاکستان کے وکلاء نے عدلیہ کی آزادی اور قانونی کی بالا دستی کے لیے تحریک چلا کر اقوام عالم میں قانون کی حکمرانی ،عدلیہ کی آزادی اور خودمختاری کے لیے ایک سنہری باب رقم کیا۔اس جدوجہد نے سوچوں اور تاریخ کا دھارا بدل دیا۔عدلیہ کے وقار میں عوام الناس میں بے پناہ اضافہ ہوا بالخصوص آزاد کشمیر میں وکلاء کا کردار عدلیہ کے تحفظ اور آزادی کے لیے بے مثال رہا۔تاریخ شاہد ہے کہ آزاد کشمیر میں وکلاء نے غلط اور خلاف قانون سیاسی بنیاد پر ہونے والی خلاف میرٹ تقرریوں کو ہمیشہ چیلنج کیا۔عدلیہ نے قانون کے مغائر ہونے والی تقرریوں کے حامل افراد کو سبکدوش کیا جو بہت دشوار کام ہے۔عموماً معاشرے میں یہ طرز عمل عام ہے کہ اپنے ہم نشینوں کا تحفظ کیا جائے جبکہ یہ اعزاز صرف عدلیہ کو حاصل ہے کہ اگر ساتھ بیٹھے ہوئے لوگوں کے خلاف بھی فیصلہ دینا پڑے تو کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کی جاتی اور بلاخوف فیصلے صادر کیے جاتے ہیں۔اس ضمن میں آزاد کشمیر کے وکلاء وعدلیہ کے سنہری کردار کے مظہر فیصلہ جات عنوانی ''غلام مصطفیٰ مُغل بنام آزاد حکومت وغیرہ''(1993 SCR 131)،''محمد یونس طاہر بنام شوکت عزیز ایڈووکیٹ وغیرہ''(2012 SCR 213)،''بشیر احمد مُغل وغیرہ بنام آزاد حکومت وغیرہ''(2014 SCR 1258) اور ''آزاد حکومت وغیرہ بنام سردار جاوید ناز وغیرہ'' (PLD 2016 SC(AJK) 1) ریکارڈ اور تاریخ کا حصہ ہیں۔

23۔ یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ وکلاء تحریک کے نتیجہ میں جو عزت اور وقار وکلاء وعدلیہ کو ملا مابعد اس عزت اور وقار کو مجروح کرنے کے واقعات بھی وقوع پذیر ہوئے جن میں عدلیہ کے افسران جلیس کے ساتھ ناروا رویہ اور پولیس اہلکاران پر حملوں جیسے واقعات بھی منظر عام آئے۔تاہم انجمن ھا وکلاء نے ایسے معاملات کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ابھی بھی حالات کا تقاضہ ہے کہ انجمن ھا وکلاء اپنے اندر سے سازشی کالی بھیڑوں کی چھانٹی کے لیے بیدار و کوشاں رہیں۔وکلاء تحریک میں وکلاء نے

آئین اور قانون کی بالا دستی، عدلیہ کی خودمختاری کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کرتے ہوئے جام شہادت نوش کر کے عدلیہ اور وکلاء کا وقار بلند کیا۔ ان شہداء کے خون کا تقاضا ہے کہ عدلیہ اور وکلاء اعلیٰ و ارفع مقاصد کے حصول کے لیے یک جان ہو کر آگے بڑھیں اور سازشی عناصر کے مکروہ عزائم کو ناکام بنائیں۔

24۔ سائلان کی طرف سے پیش کردہ قانونی حوالہ جات کا بغور جائزہ لیا گیا۔ جہاں تک قانونی حوالہ جات مطبوعہ ''الجہاد ٹرسٹ بنام فیڈریشن آف پاکستان'' (PLD 1996 SC 324)، ''محمد یونس طاہر بنام شوکت عزیز وغیرہ'' (2012 SCR 213) اور ''ایس پی گپتا بنام یونین آف انڈیا'' (AIR 1994 SC 268) کا تعلق ہے اِن مقدمات میں تقرری ججز کے لیے مشاورت (consultation) کے حوالے سے اصول وضع کیے گئے ہیں جو نفسِ مضمون عرضی سے تعلق رکھتے ہیں جبکہ معاملہ ہذا میں عرضی سائلان دیگر خامیوں کی وجہ سے ابتدائی طور پر قابلِ اخراج ہے اور نفسِ مضمون میں اُٹھائے گئے نکات زیرِ غور لانا محض علمی بحث رہ جاتی ہے۔ اس لیے ان نظائر کا اطلاق معاملہ ہذا پر نہ ہوتا ہے۔ مقدمہ مطبوعہ عنوانی ''آزاد جموں و کشمیر کونسل بنام میسرز پیدار بلڈرز'' (2011 SCR 595) کی نظیر سائلان نے غالباً بیان حلفی کے حوالے سے پیش کی ہے۔ اس قانونی نظیر میں عدالت نے قرار دیا کہ چونکہ درخواست کی تائید میں بیان حلفی پیش کیا گیا ہے جبکہ عذرات کے ساتھ جوابی بیان حلفی پیش نہ کیا گیا ہے اس لیے قابلِ پذیرائی نہ ہے۔ اس تناظر میں ہم پہلے ہی تفصیل سے تحریر کر چکے ہیں۔ معاملہ ہذا میں جوابی بیان حلفی ریکارڈ پر موجود ہیں۔ اس قانونی نظیر کا بھی معاملہ ہذا پر اطلاق نہ ہوتا ہے۔ مقدمہ عنوانی ''آزاد حکومت وغیرہ بنام میجر جنرل ریٹائرڈ محمد حیات خان وغیرہ'' (1995 SCR 283) میں قرار دیا گیا کہ عرضی اجراء پروانہ استفسار کے لیے اِس مقدمہ میں بھی واضح طور پر سائیں مُلا کیس (PLD 1993 SC(AJK) 12) کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک عام عرضی استفسار رِٹ اور عرضی مبنی بر بدنیتی میں واضح تفریق کی گئی ہے۔ اسطرح بھی معاملہ ہذا کے خصوصی حالات کے تناظر میں اس قانونی نظیر کا اطلاق نہ ہوتا ہے۔

25۔ جیسا کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ عرضی اجراء پروانہ استفسار متدائرہ عدالت العالیہ سائلان کے طرز عمل، غافلانہ تاخیر، بد نیتی، خبث باطن اور مخصوص عزائم پر مبنی ہونے کی بناء پر قابل پذیرائی نہ ہے جس کو عدالت العالیہ نے فیصلہ زیر نزاع کے تحت بدوں اجراء حکم با قاعدہ سماعت و نوٹس ابتدائی سطح پر ہی خارج کیا، یہی تقاضہ قانون ہے۔

26۔ بالا حالات و واقعات کی روشنی میں فیصلہ زیر نزاع اخراج عرضی کی حد تک درست اور قابل نفاذ ہے جس کے خلاف کوئی معقول قانونی جواز استجازت اپیل حاصل نہ ہے اس لیے ہر دو عرضی ہا استجازت اپیل نا قابل پذیرائی ہونے کی بناء پر خارج کی جاتی ہیں۔

جج جج

مظفر آباد

11 مئی 2016ء